(جانیے تاریخی و حقیقی کیتھولک کلیسیا کا تسلسل)
کیا مسیح
کی کلیسیا بٹ گئی؟
سلیمان شہزاد

# کیا مسیح کی کلیسیا بٹ گئی؟

## (جانیے تاریخی و حقیقی کیتھولک کلیسیا کا تسلسل)

**Reformed by TRUTH**

Covenant God-Covenant People

**Written**
**By**
Suleman Shahzad
(MIB-France, M.Div (Continue)-USA)
**Reformed by TRUTH**

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

Duplication of this document is permitted for personal, private use only.

صرف ذاتی اور نجی استعمال کے لیے نقل کی اجازت ہے، فروخت کے لیے نہیں۔

CC BY NC SA Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International

**NOT FOR SALE**

**Urdu Edition 2026**

Copyright © Reformed by TRUTH

www.Reformedbytruth.com

# کیا مسیح کی کلیسیا بٹ گئی ؟

(جانیے تاریخی و حقیقی کیتھولک کلیسیا کا ایمان اور تسلسل )

مصنف: سلیمان شہزاد (فرانس)

<u>Not For Sale</u>

# فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر


مصنف کا تعارف: 3

باب 1: مسیح کا وعدہ کہ وہ اپنی کلیسیا کو محفوظ رکھے گا ........................................ 4

باب 2: مسیح کا وعدہ اور "ایک مقدس کیتھولک کلیسیا" ........................................ 7

باب 3: ابتدائی کلیسیا میں بگاڑ اور وفاداری ........................................ 10

باب 4: بزرگ آگسٹین اور خدا کا حاکمانہ فضل ........................................ 13

باب 5: بحران کے دور میں کلیسیا: اَتھناسیُس اور باقی ماندہ لوگ ........................................ 17

باب 6: قرونِ وسطیٰ میں کلیسائی اصلاح کی آوازیں ........................................ 20

باب 7: اصلاحِ کلیسیا: نئی کلیسیا کی بنیاد نہیں بلکہ سچائی کی بحالی ........................................ 23

باب 8: حقیقی کیتھولک کلیسیا کے طور پر اصلاحی کلیسیا ........................................ 26

اختتامیہ: ........................................ 29

## مصنف کا تعارف:

خداوند کی خدمت کرنا میرے لیے اعزاز اور اُسکے گہرے فضل کا نتیجہ ہے۔ میرا نام سلیمان شہزاد ہے۔ میری پیدائش اور پرورش پاکستان کے شہر لاہور کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی۔ خدا نے اپنے فضل سے مجھے چُنا اور میرے گناہوں کے غرور سے مجھے فروتن بنایا۔ اُس نے مجھے میری پُرانی زندگی سے نکالا اور ایک نئی راہ پر چلایا، اور اپنے منصوبے کے مطابق مجھے تعلیم کے لیے فرانس لایا۔ جہاں میں نے انٹرنیشنل بزنس میں ماسٹرز کی ڈگری مکمل کی۔ اِسی دوران میں نے امریکہ سے ماسٹر آف ڈیوِنٹی کی تعلیم بھی جاری رکھی تاکہ میں خدا کے کلام کو زیادہ گہرائی سے سمجھ سکوں اور اُس کی خدمت بہتر طریقے سے کر سکوں۔ خدا نے میری روح کو بحال کیا، مجھے ایک دیندار اور خوبصورت بیوی بھی عطا کی۔ "کیمی" جو میرے لیے صرف بیوی ہی نہیں بلکہ خدمت میں ساتھی، مددگار اور بڑی تسلی کا سبب بھی ہے۔ اُس کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے میں نے مسیح کی اپنی کلیسیا کے لیے محبت کو زیادہ گہرائی سے سمجھا ہے۔

خدا نے اپنے فضل سے مجھے یہ خدمت سونپی ہے کہ میں باقی بھائیوں کے ساتھ مل کر اُس کی سچائی سب لوگوں تک پہنچاؤں۔ اُس نے میری تعلیم اور صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے مجھے فرانس میں فرانسیسی برادری کے درمیان اُس کے کلام کی منادی کرنے کا موقع دیا۔ اِسی کے ساتھ، اُس کے فضل سے میں نے **"Reformed by Truth"** کے نام سے ایک پلیٹ فارم قائم کیا، جہاں رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ علما کی مستند تحریروں کا ترجمہ، تشریحی (Expository) پوڈکاسٹس، مضامین، اور بہت سی مفت کتابیں فراہم کی جاتی ہیں۔ اس کام کا مقصد یہ ہے کہ اُردو بولنے والی کلیسیا تک انجیل کی سچی روشنی پہنچے، علمی اور اِلٰہیاتی تاریکی دُور ہو، اور لوگ رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ تعلیم کے ذریعے خدا کے کلام کی گہری سچائی کو سمجھ سکیں۔

اس مختصر کتاب کو لکھنے کا مقصد بہت سادہ ہے: خدا کے چنے ہوئے لوگوں کو اُس کے سچے وعدوں سے تسلی دینا۔ کہ ہمارا خدا "عمانوایل" ہے، (یعنی "وہ ہمارے ساتھ ہے"۔) جو ہر زمانے، ہر دور، ہر سال اور ہر حالت میں اپنے لوگوں کے ساتھ رہتا ہے۔ اُس کی وفاداری اٹل ہے۔

میری آپ سے درخواست ہے کہ اس کتابچہ کو اپنے دوستوں اور خاندان کے ساتھ ضرور شیئر کریں۔ خاص طور پر اپنے اُن مسیحی بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ جو رومن کیتھولک پس منظر رکھتے ہیں، تاکہ ہم سب مل کر تاریخ اور کلامِ مقدس کی روشنی میں سچائی کو سمجھ سکیں۔ ہمارا مقصد بحث نہیں بلکہ سچائی کی تلاش اور مسیح میں اتحاد ہے۔

خداوند آپ کو برکت دے۔

یسوع مسیح نے فرمایا:
"سچّائی سے واقِف ہوگے اور سچّائی تُم کو آزاد کرے گی"۔ (یوحنا 32:8)

# باب 1

## مسیح کا وعدہ کہ وہ اپنی کلیسیا کو محفوظ رکھے گا:

یہ مختصر کتابچہ ایک بنیادی سوال سے شروع ہوتا ہے: کیا پروٹسٹنٹ ایمان واقعی سولھویں صدی میں شروع ہوا، یا کیا خدا نے ابتدا ہی سے اپنی سچی کلیسیا کو ہر زمانہ میں محفوظ رکھا؟ پروٹسٹنٹ کلیسیا یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ کلیسیا 1517ء میں پیدا ہوئی، بلکہ یہ کہ خداوند یسوع مسیح نے خود وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی کلیسیا کو ہمیشہ قائم رکھے گا۔ اس حفاظت کا ذریعہ انسانی اداروں کی کامل کارکردگی نہیں، بلکہ خدا کا حاکمانہ فضل ہے۔

یسوع مسیح نے متی 18:16 میں فرمایا کہ میں اپنی کلیسیا بناؤں گا اور عالمِ ارواح کے دروازے اُس پر غالب نہ آئیں گے ۔ اس آیت میں تین باتیں نمایاں ہیں: کلیسیا مسیح کی ہے، بنانے والا خود مسیح ہے، اور کوئی شیطانی قوت اِسے مکمل طور پر ختم نہیں کر سکتی۔ اس وعدے کا مطلب یہ نہیں کہ تاریخ میں کلیسیا کبھی کمزور یا بدعنوان نہیں ہوگی، بلکہ یہ کہ وہ مکمل طور پر مٹ نہیں سکتی۔ مسیح کی وفاداری اس کی بقا کی ضمانت ہے۔

افسیوں 5:25-27 میں پولُس رسول لکھتا ہے کہ "مسیح نے بھی کلیسیا سے محبت رکھی اور اپنے آپ کو اُس کے لیے دے دیا، تاکہ اُسے پاک کر کے صاف کرے... تاکہ وہ اُسے ایک جلالی کلیسیا بنا کر اپنے سامنے حاضر کرے"۔ یہاں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیا کی پاکیزگی ایک جاری عمل ہے۔ مسیح اپنی کلیسیا کو بتدریج پاک کرتا ہے اور اس کی کامل حالت آخری دن ظاہر ہوگی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تاریخ میں کلیسیا کی ظاہری حالت ہمیشہ کامل نہیں ہوگی، لیکن مسیح کی نجات بخش محبت اِسے محفوظ اور زندہ رکھے گی۔

پرانے عہد نامہ میں ہمیں باقی ماندہ لوگوں کا اصول نظر آتا ہے۔ 1 سلاطین 19 باب میں ایلیاہ نبی کو ایسا لگا کہ وہ اکیلا وفادار رہ گیا ہے، کیونکہ اسرائیل میں بت پرستی عام ہو چکی تھی۔ لیکن خدا نے فرمایا کہ اُس نے اپنے لیے سات ہزار آدمی محفوظ رکھے ہیں جنہوں نے بعل کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا کے منصوبے انسانوں کی ظاہری گنتی پر منحصر نہیں ہوتے۔ جب وفاداری کم نظر آتی ہے، تب بھی خدا اپنے لوگوں کو محفوظ رکھتا ہے۔

پولُس رسول رومیوں 11 باب میں اسی واقعہ کا حوالہ دے کر کہتا ہے کہ "اِسی طرح اِس زمانہ میں بھی فضل کے انتخاب کے موافق ایک باقی ماندہ ہے"۔ یہاں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ باقی ماندہ لوگوں کا وجود انسانی قابلیت یا کوشش سے نہیں بلکہ خدا کے فضل کے اِرادہ سے ہے۔ یہی ریفارمڈ یعنی پروٹسٹنٹ کلیسیا کی تعلیم ہے کہ خدا اپنی کلیسیا کو اپنے آزاد اور خودمختار فضل سے قائم رکھتا ہے۔

ریفارمڈ پروٹسٹنٹ الٰہیات میں ظاہری اور پوشیدہ کلیسیا کا فرق بیان کیا جاتا ہے۔ ظاہری کلیسیا وہ ہے جو دنیا میں نظر آتی ہے، جس میں مختلف لوگ شامل جو ظاہری طور پر مسیح یسوع پر ایمان رکھنے کا دعوی کرتے ہوں، اب خواہ وہ حقیقی ایمان رکھتے ہوں یا نہیں یہ بات اُنہیں ظاہری کلیسیا سے الگ نہیں کرتی۔ اس میں کمزوریاں اور بدعنوانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ لیکن پوشیدہ کلیسیا وہ ہے جسے خدا جانتا ہے، یعنی وہ لوگ جو سچّے ایمان کے ذریعے مسیح یسوع میں پیوستہ کیے گئے ہیں۔ اس فرق کی وضاحت بعد میں خاص طور پر جان کیلون نے اپنی تعلیمات میں کی، مگر اس کی بنیاد بائبل کی بنیادی تعلیمات میں موجود ہے۔ تاریخ بھی اس تعلیم کی تصدیق کرتی ہے۔ چوتھی صدی میں آریوسی تنازعہ کے دوران بہت سے کلیسائی رہنما غلط تعلیم کی طرف مائل ہو گئے، مگر اَتھناسیُس (Athanasius) جو اِسکندریہ سے تھا اُس نے سچائی کا دفاع کیا اور بدلے میں سخت مخالفت برداشت کی۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ اکثریت ہمیشہ سچائی کی ضامن نہیں ہوتی، لیکن خدا اپنے سچّے گواہوں کو باقی رکھتا ہے۔

اس باب کا مرکزی نکتہ یہی ہے کہ مسیح اپنی کلیسیا کو انسانی کامل نظام کے ذریعے محفوظ نہیں رکھتا بلکہ اپنے حاکمانہ فضل کے ذریعے محفوظ رکھتا ہے۔ کلیسیا کی حفاظت کا مطلب یہ نہیں کہ ہر زمانہ میں سب کچھ درست ہوگا، بلکہ یہ کہ ہر زمانہ میں خدا کے سچّے لوگ موجود ہوں گے۔ متی 18:16 ہمیں یقین دلاتا ہے کہ کلیسیا ختم نہیں ہوگی، افسیوں 5 ہمیں بتاتا ہے کہ مسیح اِسے پاک کرتا ہے، 1 سلاطین 19 باب ہمیں دِکھاتا ہے کہ خدا باقی ماندہ کو محفوظ رکھتا ہے، اور رومیوں 11 باب ہمیں سکھاتا ہے کہ یہ سب خدا کے فضل کے اِرادہ سے ہے۔

لہٰذا اگر کلیسائی تاریخ میں بدعنوانی یا کمزوری نظر آئے تو ہمیں یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ مسیح ناکام ہو گیا۔ بلکہ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا اپنے وعدے کے مطابق ہر زمانے میں اپنی سچی کلیسیا کو محفوظ رکھتا آیا ہے، چاہے وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ یہی تعلیم اس پوری کتاب کا عنوان ہے۔

# باب 2

# مسیح کا وعدہ اور ایک مقدس کیتھولک کلیسیا:

جب ہم "ایک مقدس کیتھولک کلیسیا" کا اقرار کرتے ہیں تو ہم دراصل ایک تاریخی اور الٰہی حقیقت پر اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ جملہ صرف ایک عقیدہ نہیں بلکہ ایک اعلان ہے کہ خدا نے اپنے نجات یافتہ لوگوں کو کبھی بھی زمین سے مٹنے نہیں دیا۔ سوال یہ نہیں کہ کلیسیا کہاں اور کب سے شروع ہوئی، بلکہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے لوگوں کو کس طرح ہر دور میں قائم رکھا۔

خدا کی کلیسیا کا تصور صرف نئے عہدنامہ سے شروع نہیں ہوتا بلکہ یہ ابتدا ہی سے خدا کے منصوبہ میں شامل تھا۔ باغِ عدن میں جب خدا نے آدم اور حوا کو برکت دی اور فرمایا کہ "پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمور کرو" (پیدائش 28:1)، تو یہ صرف آبادی بڑھانے کا حکم نہیں تھا بلکہ خدا کے نام کو زمین پر ظاہر کرنے اور اُس کی حاکمیت کو قائم کرنے کا مقصد بھی تھا۔ پولُس رسول کہتا ہے کہ " آسمان اور زمین کا ہر خاندان اُسی کے نام سے نامزد ہے" (افسیوں 15:3)، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے تمام خاندان خدا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ آدم کے گناہ کے سبب اُس کی تمام نسل گناہ اور تاریکی میں گر گئی (رومیوں 12:5)، لیکن خدا نے اپنی نجات کے منصوبہ کو ظاہر کیا اور اپنی جماعت کو محفوظ رکھا۔ پُرانے عہدنامہ میں اِسی جماعت کو "خداوند کی جماعت" کہا گیا ہے (استثنا 2:23)۔ ابتدا میں یہ جماعت بنی اسرائیل پر مشتمل تھی، جیسے ابتدائی مسیحی کلیسیا یہودیوں پر مشتمل تھی مگر خدا نے غیر قوموں میں سے بھی بعض کو اپنے لوگوں کی جماعت یعنی کلیسیا میں شامل کیا (یسعیاہ 56:6-7، اعمال 10:34-35، افسیوں 6:3)۔

نئے عہدنامہ میں یہ حقیقت کھل کر ظاہر ہوتی ہے کہ یسوع مسیح، جو آخری آدم ہے (1 کرنتھیوں 45:15)، اُس نے وہ کام پورا کیا جو پہلا آدم کرنے میں ناکام رہا۔ یسوع مسیح نے متی 18:16 میں فرمایا ہے کہ "میں اپنی کلیسیا بناؤں گا اور عالمِ ارواح کے دروازے اُس پر غالب نہ آئیں گے"۔ (اس طرح خدا کی کلیسیا ابتدا سے اُس کے منصوبہ میں تھی، مگر یسوع مسیح میں اُس کی مکمل اور واضح تکمیل ہوئی)۔ یہ وعدہ کسی ایک شہر، کسی ایک بشپ، یا کسی خاص تاریخی ادارے سے مشروط نہیں تھا۔ یہ وعدہ مسیح کی ذات اور اُس کی قدرت پر قائم ہے۔ "میں بناؤں گا" میں مستقبل کا تسلسل بھی ہے اور اختیار بھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کلیسیا مسیح کا جاری کام ہے۔ وہ صرف ابتدا کا معمار نہیں بلکہ ہر زمانہ میں اِسے قائم رکھنے والا بھی ہے۔ جب ہم اپنے ایمان کے اقرار میں رسولوں کے عقیدہ (Apostles' Creed) پر غور کرتے ہیں، جس میں یہ الفاظ استمال ہوئے ہیں کہ "میں ایمان رکھتا ہوں پاک کیتھولک کلیسیا پر"۔ یہاں لفظ "کیتھولک کلیسیا" کا مطلب " رومن کیتھولک" بلکل نہیں ہے۔ لفظ "کیتھولک" یونانی زبان کے لفظ "کاتھولیکوس" سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے "عالمگیر"، یعنی وہ کلیسیا جو ہر جگہ اور ہر زمانے میں موجود رہی ہے۔یہ عقیدہ دوسری صدی میں مسیحی ایمان کے خلاصہ کے طور پر لکھا گیا۔ اگرچہ یہ رسولوں نے خود تحریر نہیں کیا، مگر یہ اُن کی تعلیمات کا خلاصہ تھا جو اُن کے شاگردوں نے محفوظ رکھا۔

دوسری صدی میں "رومن کیتھولک چرچ" ایک منظم عالمی ادارے کی صورت میں موجود نہیں تھا جیسا کہ بعد کی صدیوں میں بنا۔ اُس وقت کلیسیا مختلف شہروں میں موجود جماعتوں پر مشتمل تھی، مثلاً انطاکیہ، اسکندریہ، اور روم۔۔ وغیرہ کی کلیسیا۔ "کیتھولک" کا مطلب اُس وقت بھی یہی تھا کہ مسیحی کلیسیا پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور ایک ہی ایمان رکھتی ہے۔ ابتدائی کلیسیائی بزرگوں نے بھی "کیتھولک" لفظ کو اِسی معنی میں استعمال کیا۔ مثال کے طور پر اَنطاکیہ کے بزرگ اِغناشیس( Ignatius of Antioch ) نے دوسری صدی کے شروع میں لکھا کہ جہاں یسوع مسیح ہے، وہاں کیتھولک کلیسیا ہے۔ اس بیان کا مطلب یہ نہیں تھا کہ کوئی مخصوص رومی ادارہ ہی حقیقی کلیسیا

ہے، بلکہ یہ کہ جہاں مسیح کی سچی تعلیم ہے، وہاں عالمگیر یعنی کیتھولک کلیسیا موجود ہے۔ اسی طرح کلیسائی بزرگ اِرنیس (Irenaeus) نے بھی دوسری صدی میں بدعتوں کے خلاف لکھتے ہوئے زور دیا کہ حقیقی ایمان وہ ہے جو رسولوں سے ملا ہے اور تمام کلیسیاؤں میں سکھایا جاتا ہے۔ اُن کا زور "رسولی تعلیم" پر تھا، نہ کہ کسی ایک شہر کی سیاسی برتری پر۔

رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ کلیسیا کے ایماندار یہی دعویٰ کرتے ہے کہ وہ اسی "مقدس کیتھولک کلیسیا" کا حصہ ہے جس کا ذکر رسولی عقیدہ میں ہے۔ یہ کسی نئی کلیسیا کی بنیاد نہیں، بلکہ رسولی تعلیم کی طرف واپسی ہے۔ جب تاریخ میں بدعنوانی یا غلط تعلیم داخل ہوئی، تب بھی خدا نے اپنی سچی کلیسیا کو باقی رکھا، جیسے ایلیاہ کے زمانے میں سات ہزار باقی رہے تھے۔ لہٰذا "کیتھولک" کا مطلب "رومن کیتھولک" سے بلکل نہیں ہے بلکہ "عالمگیر کلیسیا" سے ہے۔ حقیقی کلیسیا وہ ہے جو رسولی ایمان پر قائم ہو، جو مسیح کو اپنا سر مانے، اور جسے خدا اپنے فضل سے محفوظ رکھے۔ مسیح کا وعدہ آج بھی قائم ہے کہ عالمِ ارواح کے دروازے اُس پر غالب نہ آئیں گے۔ یہی وعدہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ خدا کی سچی کلیسیا ہر زمانے میں موجود رہی ہے، خواہ وہ تعداد میں کم کیوں نہ ہو۔

# باب 3

## ابتدائی کلیسیا میں بگاڑ اور وفاداری:

پہلی صدی میں رسولوں کے زمانہ میں کلیسیا سادہ اور روحانی بنیاد پر قائم تھی۔ اعمال 42:2 میں لکھا ہے کہ ایماندار "رسولوں کی تعلیم، رفاقت، روٹی توڑنے اور دُعا میں مشغول رہتے تھے"۔ اُس وقت کوئی مرکزی عالمی ادارہ موجود نہ تھا۔ مختلف شہروں میں جماعتیں تھیں، جیسے یروشلیم، انطاکیہ، کرنتھس اور روم وغیرہ۔ ہر جگہ بزرگ (Elders) اور خادم (Deacons) مقرر ہوتے تھے (اعمال 23:14، فلپیوں 1:1)۔

لیکن جیسے جیسے رسولوں کا زمانہ ختم ہوا، کلیسیا کو نئی مشکلات کا سامنا ہوا۔ بدعتیں پیدا ہوئیں، جھوٹی تعلیمات آئیں، اور بیرونی ظلم بھی ہوا۔ اس ماحول میں کلیسیا کے اندر قیادت کو مضبوط کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اسی پس منظر میں بشپ (Bishop) کا عہدہ زیادہ نمایاں ہونے لگا۔ دوسری صدی کے شروع میں اَنطاکیہ کے بزرگ اِغناشیس نے اپنے خطوط میں مقامی بشپ کی اطاعت پر زور دیا تاکہ جماعت میں اتحاد قائم رہے۔ اُس کا مقصد نظم و ضبط اور تعلیم کی حفاظت تھا، نہ کہ طاقت کا حصول۔ وقت کے ساتھ ساتھ بعض بڑے شہروں کے بشپ زیادہ بااثر ہو گئے، خاص طور پر روم، انطاکیہ اور اسکندریہ کے بشپ۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ یہ شہر سیاسی اور ثقافتی لحاظ سے اہم تھے۔ روم اُس وقت رومی سلطنت کا دارالحکومت تھا، اس لیے وہاں کی جماعت کو خاص اہمیت ملنے لگی۔ مگر دوسری اور تیسری صدی میں بھی کلیسیا ایک متحد عالمی ادارہ نہیں بنی تھی۔ ہر شہر کی جماعت نسبتاً خودمختار تھی۔

تیسری اور چوتھی صدی میں حالات میں بڑی تبدیلی آئی۔ سن 313ء میں شہنشاہ کانسٹنٹائن اعظم (Constantine the Great) نے میلان کے فرمان کے ذریعے مسیحیوں کو مذہبی آزادی دی۔ اس سے پہلے مسیحی اکثر ظلم و ستم کا

شکار رہتے تھے، مگر اب کلیسیا کو سرکاری تحفظ مل گیا۔ یہ ایک بڑی نعمت بھی تھی اور ایک نیا امتحان بھی۔ کانسٹنٹائن کے بعد کلیسیا کو سرکاری سرپرستی ملنے لگی۔ بڑے بڑے گرجا گھر تعمیر ہوئے، بشپ سرکاری مشوروں میں شامل ہونے لگے، اور سن 325ء میں نیقیہ (Nicean) کی مشہور کونسل منعقد ہوئی تاکہ آریوسی بدعت (Arian heresy) کا مقابلہ کیا جا سکے۔ یہ کونسل مسیح کی الوہیت کی تصدیق کے لیے بہت اہم تھی۔ مگر اسی دور میں کلیسیا اور ریاست کا تعلق گہرا ہوتا گیا، جس سے بعض اوقات روحانی سادگی متاثر ہوئی۔

روم کے بشپ کی حیثیت بھی آہستہ آہستہ مضبوط ہوتی گئی۔ چونکہ روم سلطنت کا دارالحکومت تھا اور کلیسائی روایت کے مطابق پطرس اور پولُس رسول وہاں شہید ہوئے تھے، اس لیے روم کی جماعت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ چوتھی اور پانچویں صدی میں روم کے بشپ نے وسیع اختیارات کا دعویٰ کرنا شروع کیا۔ مثال کے طور پر Leo I (پانچویں صدی) نے بشپ روم کے اختیار پر زور دیا۔ لیکن یہ ترقی آہستہ آہستہ ہوئی، اور شروع کی صدیوں میں موجودہ شکل کی "رومن کیتھولک کلیسیا" ابھی وجود میں نہیں آئی تھی۔

یہ سب تاریخی حقیقتیں ہیں: بشپوں کا اختیار بڑھا، کلیسیا کو سرکاری طاقت ملی، اور روم کی حیثیت مستحکم ہوئی۔ مگر یہ کہنا درست نہیں کہ اس وقت پوری کلیسیا فوراً بگڑ گئی یا ایمان ختم ہو گیا۔ تاریخ اس سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے۔ اِسی زمانہ میں خدا نے اپنے وفادار خادم بھی کھڑے کیے۔ آریوسی تنازعہ (Arian heresy) کے دوران اِسکندر کے بزرگ اَتھناسیُس نے مسیح کی الوہیت کا دفاع کیا، حالانکہ بہت سے راہنما دباؤ میں آ گئے تھے۔ اُس نے جلاوطنی برداشت کی مگر سچائی پر قائم رہا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اداروں کے اندر رہتے ہوئے بھی خدا وفادار گواہ پیدا کرتا رہا ہے۔

اسی طرح بزرگ آگسٹین (چوتھی اور پانچویں صدی) نے فضل، گناہ اور نجات کے بارے میں گہری تعلیم دی۔ اُس نے یہ واضح کیا کہ انسان اپنی قوت سے نجات حاصل نہیں کر سکتا بلکہ خدا کے فضل کا محتاج ہے۔ یہ تعلیم بعد میں رِفارمڈ پروٹسٹنٹ الہیات میں بھی نمایاں ہوئی۔ اگر کلیسیا مکمل طور پر بگڑ چکی ہوتی تو ایسی بائبلی تعلیم محفوظ نہ رہتی۔ بائبل ہمیں پہلے ہی خبردار کرتی ہے کہ کلیسیا میں کمزوریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اعمال 20:29-30 میں پولُس رسول بزرگوں سے کہتا ہے کہ "مَیں یہ جانتا ہُوں کہ میرے جانے کے بعد پھاڑنے والے بھیڑئے تُم میں آئیں گے جِنہیں گلّہ پر کُچھ ترس نہ آئے گا۔ اور خُود تُم میں سے اَیسے آدمی اُٹھیں گے جو اُلٹی اُلٹی باتیں کہیں گے تاکہ شاگِردوں کو اپنی طرف کھینچ لیں۔" اس سے ظاہر ہے کہ خطرہ شروع سے موجود تھا۔ مگر اسی باب میں پولُس یہ بھی کہتا ہے کہ خدا کا کلام اُس کے لوگوں کو قائم رکھنے کے لیے کافی ہے۔

لہٰذا ابتدائی صدیوں کی تاریخ ہمیں ایک متوازن تصویر دِکھاتی ہے۔ ایک طرف قیادت کا ڈھانچہ مضبوط ہوا، ریاستی طاقت شامل ہوئی، اور روم کی اہمیت بڑھی۔ دوسری طرف خدا نے اپنے وفادار خادموں کے ذریعے سچائی کی حفاظت کی۔ یہ وہی اصول ہے جو ہم پہلے باب میں دیکھ چکے ہیں: خدا اپنے فضل سے اپنی کلیسیا کو محفوظ رکھتا ہے، چاہے انسانی نظام کامل نہ بھی ہو۔

اس باب کا مقصد یہ نہیں کہ ہم ابتدائی صدیوں کو مکمل تاریکی قرار دیں، بلکہ یہ کہ ہم سمجھیں کہ کلیسیا انسانی کمزوریوں کے باوجود باقی رہی۔ مسیح کا وعدہ قائم رہا، اور سچائی کے گواہ ہر دور میں موجود رہے۔ یہی حقیقت ہمیں تاریخ کو سکون اور دیانتداری سے دیکھنے میں مدد دیتی ہے۔

# باب 4

## بزرگ آگسٹین اور خدا کا حاکمانہ فضل:

اس باب میں ہم چوتھی اور پانچویں صدی کے ایک اہم مسیحی عالم اور بشپ کی تعلیمات کو دیکھتے ہیں جن کا نام "بزرگ آگسٹین" (Augustine of Hippo) ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فضل، الٰہی تقدیر/انتخاب اور نجات کے بارے میں اُس کی تعلیمات بعد میں رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ کلیسائی ایمان کے ساتھ بہت زیادہ ملتی ہیں۔ اسی لیے اصلاحِ کلیسیا کے زمانہ میں مصلحین (Protestant-Reformers) نے اُس کی تحریروں کو اہم حوالہ کے طور پر استعمال کیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فضل کی یہ تعلیم سولہویں صدی کی ایجاد نہیں تھی بلکہ کلیسیا میں پہلے سے ہی موجود تھی۔ آگسٹین نے اپنی زندگی کے شروع میں مختلف فلسفوں اور نظریات کو آزمایا، لیکن بعد میں وہ سچے مسیحی ایمان کی طرف واپس آیا اور کلیسیا کا ایک بڑا رہنما بنا۔ اُس نے کئی اہم کتابیں لکھیں، جیسے "اعترافات" (*Confessions*) اور "مقدسین کی تقدیرِ الٰہی کے بارے میں" (*On the Predestination of the Saints*)۔ اِن کتابوں میں اُس نے گناہ، فضل اور نجات کے بارے میں گہری اور بائبلی تعلیم دی۔

### انسان کی آزادانہ مرضی کی غلامی:

آگسٹین نے سکھایا کہ انسان جو ماں باپ کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے دراصل گناہ میں جنم لیتا ہے اور اپنی طاقت سے خدا کی طرف نہیں آسکتا۔ بائبل بھی یہی تعلیم دیتی ہے۔ رومیوں 3:10–12 میں لکھا ہے کہ "کوئی راستباز نہیں، ایک بھی نہیں... کوئی خدا کا طالب نہیں"۔ اسی طرح یرمیاہ 17:9 میں بتایا گیا ہے کہ "دل سب چیزوں سے زیادہ مکّار ہے اور لاعلاج ہے"۔

آگسٹین نے اِن آیات کی بنیاد پر کہا کہ انسان کی مرضی گناہ کے باعث گناہ غلامی میں باندھی ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پاس سوچنے اور انتخاب کرنے کی صلاحیت تو ہے، لیکن اُس کی خواہشات ہمیشہ گناہ کی طرف ہی مائل رہتی ہیں۔ وہ خود سے نجات حاصل نہیں کر سکتا جب تک خدا کا فضل پہلے اُس کے دل کو نہ بدلے۔ یہی تعلیم بعد میں رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ الہیات میں "انسانی آزادانہ مرضی کا گناہ کی غلامی میں گِرنا" کے نام سے مشہور ہوئی۔ جیسے رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ الہیات کے اُستاد جان کیلون(John Calvin) نے بھی اپنی کتاب "مسیحی مذہب کی بنیادی تعلیمات"(*Institutes of the Christian Religion*) میں واضح کیا کہ نجات کا عمل انسان کے اپنے اچھے اعمال کا نتیجہ نہیں بلکہ خدا کے فضل سے شروع ہوتا ہے۔

## الٰہی تقدیرِ/انتخاب:

آگسٹین نے یہ بھی سکھایا کہ خدا اپنے الٰہی و ازلی علم اور منصوبے کے مطابق کچھ لوگوں کو نجات کے لیے چنتا ہے۔ اُس نے خاص طور پر اپنی کتاب "مقدسین کی تقدیرِ الٰہی" میں لکھا کہ ایمان اور نجات خدا کی طرف سے دی گئی نعمتیں ہیں۔ یہ تعلیم بائبل کے مطابق افسیوں 1:4–5 کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے، جہاں لکھا ہے کہ خدا نے ہمیں دنیا کے وجود میں آنے سے پہلے چن لیا اور اپنی مرضی کے نیک اِرادہ کے مُوافِق مسیح یِسُوعؔ میں نجات کے لیے مقرر کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نجات کا منصوبہ خدا نے پہلے سے بنایا تھا۔ انسان اپنی کوشش سے خدا کو نہیں چنتا، بلکہ خدا پہلے انسان کو چنتا ہے۔ آگسٹین کی یہ تعلیم بعد میں رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ کلیسیا کے ایمان کا اہم حصہ بنی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقدیر اور انتخاب کا نظریہ نیا نہیں ہے بلکہ ابتدائی کلیسیا میں بھی اس پر سنجیدگی سے بات کی جاتی تھی۔

**ایمان میں ثابت قدمی:**

آگسٹین نے یہ بھی سکھایا کہ جن لوگوں کو خدا نے اپنے لیے چنا اور مسیح یسُوعؑ پر ایمان کے وسیلہ سے نجات بخشی ہے، وہ اُس کے فضل سے آخر تک قائم بھی رہتے ہیں۔ اِس تعلیم کو بعد میں "مقدسین کی ثابت قدمی" کے نام سے یاد رکھا گیا، اس کے بارے میں یسوع مسیح یوحنا 28:10 میں فرماتا ہے کہ "مَیں اُنہیں ہمیشہ کی زِندگی بخشتا ہُوں اور وہ ابد تک کبھی ہلاک نہ ہوں گی اور کوئی اُنہیں میرے ہاتھ سے چِھین نہ لے گا"۔ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ نجات مسیح کے ہاتھ میں محفوظ ہے۔

آگسٹین نے کہا کہ اگر کوئی شخص ایمان سے مکمل طور پر پھِر جائے اور مسیح سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شروع سے حقیقی طور پر نجات کے لیے منتخب ہوا ہی نہیں تھا۔ اس تعلیم میں وہ واضح کرتا ہے کہ حقیقی ایمان خدا کے تحفظ سے قائم رہتا ہے۔

**ایمان سے پہلے خدا کا کام:**

آگسٹین کی ایک مشہور دُعا ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ "اے خداوند، تو جو حکم دیتا ہے اُس کو پورا کرنے کی توفیق بھی عطا کر تاکہ میں اُس پر عمل کر سکوں"۔ اِس دُعا کا مطلب یہ ہے کہ انسان پہلے خدا کے فضل سے اندرونی طور پر بدلتا ہے، پھر ہی وہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور فرمانبرداری کر سکے ۔ یوحنا 44:6 میں یسوع فرماتا ہے کہ "کوئی میرے پاس نہیں آ سکتا جب تک باپ جس نے مجھے بھیجا ہے اُسے کھینچ نہ لے"۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا آغاز انسان کی اپنی کوشش سے نہیں ہوتا بلکہ خدا پہلے انسان کے دل میں کام کرتا ہے، تب ہی کوئی ایمان لاتا ہے (حِزقی ایل 36:26-27)۔

آگسٹین نے اِسی حقیقت پر زور دیا کہ فضل ایمان سے پہلے آتا ہے۔ خدا پہلے انسان کے دل کو نرم کرتا ہے، پھر انسان ایمان کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ یہ تعلیم بھی بعد میں رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ کلیسیا کے ایمان میں مرکزی حیثیت کی حامل بنی۔

## تاریخی اہمیت:

پانچویں صدی میں کلیسیا کے اندر مختلف نظریات موجود تھے۔ کچھ لوگ انسان کی آزادانہ مرضی پر زیادہ زور دیتے تھے، جبکہ آگسٹین نے خدا کے حاکمانہ فضل اور الٰہی تقدیرِ/انتخاب پر زور دیا۔ اُس کی تعلیمات نے کلیسیا کی سوچ پر گہرا اثر ڈالا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اُس زمانہ میں موجود کلیسیا آج کی مکمل شکل والی "رومن کیتھولک کلیسیا" کی طرح منظم اِدارہ نہیں تھی جیسا کہ بعد کی صدیوں میں بنی۔ مگر آگسٹین اُس تاریخی کلیسیا کا حصہ تھا جسے ہم کیتھولک یعنی عالمگیر کلیسیا کہتے ہیں، اور اُس نے بائبلی سچائی کو مضبوط انداز میں بیان کیا۔

جب سولہویں صدی میں اصلاحِ کلیسیا ہوئی تو مصلحین نے خاص طور پر آگسٹین کی تحریروں کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا کے ایمان نے کوئی نئی تعلیم ایجاد کی، بلکہ یہ کہ اُس نے ابتدائی کلیسائی بزرگوں میں موجود بائبلی سچائی کو دوبارہ واضح کیا۔

## نتیجہ:

آگسٹین کی تعلیمات ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ انسان پیدائش ہی سے گناہ میں بندھا ہوا ہے، نجات خدا کے الٰہی و ازلی تقدیرِ/انتخاب سے ہے، فضل ایمان سے پہلے آتا ہے، اور حقیقی ایماندار خدا کے ہاتھ میں محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ساری

باتیں بائبل کی تعلیم کے مطابق ہیں۔ تاریخ ہمیں دِکھاتی ہے کہ یہ سچائیاں پانچویں صدی میں بھی موجود تھیں۔ اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ فضل کی یہ تعلیم سولہویں صدی میں اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا کی ایجاد ہے۔ خدا نے اپنی کلیسیا میں ہمیشہ اپنے فضل کی سچائی کو محفوظ رکھا ہے۔

آگسٹین کی مثال ہمیں یہ یقین دلاتی ہے کہ اِداروں میں کمزوریاں ہو سکتی ہیں، لیکن خدا اپنی سچائی کو ختم نہیں ہونے دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا کا ایمان اپنے آپ کو تاریخی تسلسل میں دیکھتا ہے اور آگسٹین کی تعلیمات کو خدا کے حاکمانہ فضل کی مضبوط گواہی سمجھتا ہے۔

# باب 5

## بحران کے دور میں کلیسیا: اَتھناسیُس اور باقی ماندہ لوگ:

اس باب میں ہم ایک اہم تاریخی دور کو دیکھتے ہیں جب کلیسیا اندرونی بحران سے گزری۔ اس بحران میں ایک بڑی بدعت پھیلی جس نے مسیح کی الوہیت کو چیلنج کیا۔ اُس وقت خدا نے ایک ایسے شخص کو کھڑا کیا جس نے سچائی کا دفاع کیا، حالانکہ وہ اکیلا یا بہت کم لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اِس شخص کا نام "اَتھناسیُس" تھا۔ اُس کی زندگی اور جدوجہد ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتی ہے کہ ظاہری اکثریت ہمیشہ سچائی کی ضمانت نہیں ہوتی، لیکن مسیح اپنی سچی کلیسیا کو محفوظ رکھتا ہے۔

چوتھی صدی میں ایک بڑا نظریاتی مسئلہ پیدا ہوا جسے آریوسی بدعت کہا جاتا ہے۔ اس بدعت کے بانی ایک عالم تھا جن کا نام آریوس تھا۔ اُس نے یہ تعلیم دی کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے، لیکن وہ باپ کے برابر اور ازلی نہیں ہے۔ اُس کے مطابق بیٹا ایک مخلوق ہے جسے خدا نے پیدا کیا۔ یہ نظریہ بائبل کی واضح تعلیم کے خلاف تھا، کیونکہ یوحنا 1:1 میں لکھا ہے: "ابتدا میں کلام تھا، اور کلام خدا کے ساتھ تھا، اور کلام خدا تھا"۔ اسی طرح یوحنا 30:10 میں یسوع فرماتا ہے کہ "میں اور باپ ایک ہیں"۔ اِن آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح صرف ایک مخلوق نہیں بلکہ حقیقی خدا ہے۔

آریوسی تعلیم تیزی سے پھیل گئی، اور حیران کن بات یہ تھی کہ بہت سے بشپ اور کلیسائی رہنما بھی اِس نظریے کو قبول کرنے لگے۔ بعض اوقات سیاسی دباؤ اور اتحاد برقرار رکھنے کی خواہش کی وجہ سے لوگ مکمل سچائی پر سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ اُس وقت رومی شہنشاہ بھی کلیسیا کے معاملات میں مداخلت کر رہا تھا، اور بعض حکام چاہتے تھے کہ مسیح کی الوہیت کے بارے میں بحث ختم ہو جائے تاکہ سیاسی امن قائم رہے۔ اس صورت حال میں لگتا تھا کہ اکثریت آریوسی نظریے کے ساتھ کھڑی ہے۔ ایسے ماحول میں اَتھناسیُس نے سچائی کا دفاع کیا۔ وہ اسکندریہ کا بشپ تھا اور اُس نے واضح طور پر اعلان کیا کہ مسیح مکمل طور پر خدا ہے اور باپ کے برابر ہے۔ اُس نے نیقیہ کی کونسل (325ء) کے فیصلے کی حمایت کی جس میں یہ اقرار کیا گیا کہ بیٹا "باپ کے ساتھ ایک ہی جوہر (homoousios)" رکھتا ہے۔ یہ فیصلہ مسیح کی الوہیت کی تصدیق کرتا تھا اور آریوسی تعلیم کو رد کرتا تھا۔

اَتھناسیُس کو اس موقف کی وجہ سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اُسے کئی بار جلاوطن کیا گیا۔ بعض اوقات وہ اپنی ہی جماعت سے نکال دیا گیا، اور سیاسی حکمرانوں نے اُس کے خلاف فیصلے جاری کیے۔ مگر وہ ڈر کے بغیر اپنے ایمان پر قائم رہا۔ اُس کی زندگی اس بات کی مثال ہے کہ ایک وفادار شخص پوری اکثریت کے خلاف بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگر وہ بائبل کی سچائی پر قائم ہو۔ اُس دور کی تاریخ ہمیں یہ دِکھاتی ہے کہ کلیسیا کے اندر سب لوگ ہمیشہ درست فیصلہ نہیں کرتے۔ بعض کونسلوں میں ایسے فیصلے بھی ہوئے جو بعد میں درست نہیں سمجھے گئے، اور بعض اوقات اکثریت

نے دباؤ یا کمزوری کی وجہ سے غلط نظریات کو قبول کر لیا۔ لیکن خدا نے مکمل خاموشی اختیار نہیں کی۔ اُس نے ایسے لوگوں کو کھڑا کیا جنہوں نے سچائی کو محفوظ رکھا۔ بائبل ہمیں پہلے ہی خبردار کرتی ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ اعمال 20:29–30 میں پولُس رسول کہتا ہے کہ اُس کے جانے کے بعد بھیڑیے کلیسیا میں داخل ہوں گے اور بعض لوگ غلط تعلیم پھیلائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحران آنا غیر متوقع نہیں تھا۔ لیکن اسی باب میں پولُس یہ بھی کہتا ہے کہ خدا کا کلام ایمانداروں کو مضبوط رکھنے کے لیے کافی ہے۔ آریوسی بحران کے دوران اگرچہ بہت سے رہنما سمجھوتہ کر گئے، مگر مکمل طور پر سچائی ختم نہیں ہوئی۔ اَتھناسیُس اور اُس جیسے چند دیگر وفادار رہنماؤں نے مسیح کی الوہیت کا دفاع کیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ نیقیائی ایمان دوبارہ غالب آیا، اور کلیسیا نے باضابطہ طور پر مسیح کی مکمل الوہیت کو قبول کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے اپنی سچائی کو آخرکار قائم رکھا۔

یہ واقعہ ہمارے لیے بہت اہم سبق رکھتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظاہری اکثریت ہمیشہ درست نہیں ہوتی۔ اگر کسی وقت زیادہ لوگ کسی نظریے کو مان لیں، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ نظریہ بائبلی طور پر صحیح ہے۔ سچائی کا معیار اکثریت نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے۔ رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ کلیسیا کا ایمان اِسی اصول پر کھڑا ہے کہ کلیسیا کا اصل معیار بائبل مقدس ہے۔ اگر ادارہ یا قیادت کلام سے ہٹ جائے، تو سچائی پھر بھی باقی رہ سکتی ہے، کیونکہ خدا اپنے منتخب لوگوں کو ہر زمانہ میں محفوظ رکھتا ہے۔ اَتھناسیُس کی مثال ہمیں یہی سکھاتی ہے کہ خدا بعض اوقات ایک چھوٹے گروہ یا ایک فرد کے ذریعے پوری کلیسیا کو سچائی کی طرف واپس لاتا ہے۔

لہٰذا اس باب کا مرکزی پیغام یہی ہے کہ بحران کے زمانہ میں بھی خدا اپنی کلیسیا کو چھوڑ نہیں دیتا۔ آریوسی تنازعہ میں اکثریت نے غلطی کی، لیکن وفادار باقی ماندہ لوگوں نے سچائی کو زندہ رکھا۔ اَتھناسیُس کی جدوجہد اس بات کا ثبوت ہے کہ مسیح نے وعدہ کیا ہے کہ جہنم کے دروازے اُس کی کلیسیا پر غالب نہیں آئیں گے۔ ظاہری اکثریت گر سکتی ہے، لیکن مسیح اپنی حقیقی کلیسیا کو ہمیشہ محفوظ رکھتا ہے۔

# باب 6

## قرونِ وسطیٰ میں کلیسائی اصلاح کی آوازیں:

جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اصلاحِ کلیسیا اچانک سولھویں صدی میں شروع نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے بھی مختلف زمانوں میں کچھ ایسے لوگ اور تحریکیں موجود تھیں جنہوں نے کلیسیا میں موجود بگاڑ، انسانی روایات کے بڑھنے اور بائبلی تعلیم سے دوری پر اعتراض کیا۔ یہ لوگ مکمل طور پر اُس شکل میں "ریفارمڈ پروٹسٹنٹ" نہیں تھے جیسے بعد میں اصلاحِ کلیسیا کے رہنما تھے، لیکن وہ خدا کے کلام کی طرف واپس جانے کی آواز بلند کر رہے تھے۔ اسی وجہ سے اِن کو اصلاح کی ابتدائی اور تاریخی آوازیں کہا جاتا ہے۔ بہت سے کلیسائی مؤرخین جیسے ہائیکو اوبرمان (Heiko Oberman) اور فلپ شیف (Philip Schaff) نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں ایسے تحریکیں موجود تھیں جو بعد کی اصلاح کے لیے زمین تیار کر رہی تھیں۔

ان ناموں کی فہرست میں سب سے مشہور نام "جان وِیکلِیف (John Wycliffe)" کا ہے۔ جو چودھویں صدی میں انگلینڈ میں رہتا تھا، اور جس نے بائبل کا عام عوام کی زبان میں ترجمہ کرنے پر زور دیا تاکہ سادہ لوگ خود خدا کا کلام پڑھ سکیں۔ اُس وقت کلیسیا میں لاطینی زبان استعمال ہوتی تھی جسے سادہ لوگ نہیں سمجھتے تھے۔ وِیکلِیف نے سکھایا کہ بائبل ہی ایمان اور عمل کا اصل معیار ہے، اور انسانی روایات کو کلام پر فوقیت نہیں دی جا سکتی۔ اُس نے پوپ کی مطلق اختیاریت پر بھی سوال اُٹھائے۔ اگرچہ اُس کے خیالات کی وجہ سے اُسے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کی ہڈیوں کو قبر سے نکال کر رومن کیتھولک چرچ کی طرف سے جلا دیا گیا لیکن اُس کی تعلیم نے بعد میں اصلاحِ کلیسیا پر گہرا اثر ڈالا۔

تاریخی طور پر دیکھا جائے تو بہت سے مؤرخین یہ مانتے ہیں کہ ویکِلیف کی تحریک نے بائبل کی بالادستی کے تصور کو دوبارہ زندہ کیا۔ اُس کے پیروکاروں کو بعد میں "لولارڈز (Lollards)" کہا گیا، اور وہ خفیہ طور پر بائبل کی حقیقی تعلیم پھیلاتے رہے۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ کلیسیا میں مکمل خاموشی نہیں تھی، بلکہ خدا نے اصلاح کے بیج مختلف جگہوں پر بوئے ہوئے تھے۔ اسی دور کی ایک اور اہم شخصیت "جان ہس (Jan Hus)" تھی۔ وہ چودھویں اور پندرھویں صدی میں بوہیمیا (موجودہ چیک-ریپبلک) میں ایک عالم اور مبلغ تھا۔ اُس نے ویکِلیف کی تحریروں سے متاثر ہو کر بائبل کی بالادستی اور کلیسیائی اصلاح کی بات کی۔ اُس نے بھی کلیسیا کے اندر اخلاقی بگاڑ اور طاقت کے غلط استعمال پر تنقید کی۔ جان ہس نے یہ موقف اختیار کیا کہ مسیح ہی کلیسیا کا حقیقی سربراہ ہے، نہ کہ کوئی انسانی پیشوا۔ اُس کی تعلیمات کی وجہ سے اُسے کونسل آف کانسٹینس میں طلب کیا گیا اور 1415ء میں اُسے بھی رومن کیتھولک چرچ کی طرف سے زندہ جلا دیا گیا ۔ لیکن اُس کی موت نے اُس کی تحریک کو ختم نہیں کیا۔ مؤرخین جیسے فیلیپ شیف نے لکھا ہے کہ ہس کی شہادت نے اصلاح کی تحریک کو مزید مضبوط کیا اور عوام میں بیداری پیدا کی۔

ایک اور اہم شخصیت "پیٹر والڈو (Peter Waldo)" تھی، جو بارہویں صدی میں ملکِ فرانس سے تھا۔ اُس نے اَمیر ہوتے ہوئے بھی سادہ زندگی اختیار کی اور انجیل کی منادی کو عام لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔ اُس نے بھی یہ زور دیا کہ مسیح کی تعلیم کو انسانی روایت پر فوقیت حاصل ہے۔ اُس کے پیروکاروں کو بعد میں "والڈینسین" کہا گیا۔ اُنہیں کئی صدیوں تک ظلم اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، مگر وہ بائبل کی تعلیم سے وابستہ رہے۔ تاریخی تحقیقات یہ بتاتی ہیں کہ والڈینسین جماعتیں قرونِ وسطیٰ میں موجود رہیں اور بعض علاقوں میں خفیہ طور پر اپنی مذہبی شناخت محفوظ رکھیں۔ رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ لوگ مکمل طور پر بعد کی اصلاحی کلیسیا کے عقائد کو نہیں مانتے تھے۔ اُن کے بعض نظریات اُس زمانہ کے کلیسائی نظام سے متاثر بھی تھے۔ اس لیے ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ مکمل

ریفارمڈ تھے۔ لیکن ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ وہ خدا کے کلام کی طرف واپسی کی آواز تھے۔ اُنہوں نے کلیسیا میں موجود غلطیوں پر سوال اُٹھایا اور سادہ رسولی ایمان کی طرف واپس جانے کی کوشش کی۔

بائبل ہمیں سکھاتی ہے کہ خدا اپنی کلیسیا کو کبھی مکمل طور پر سچائی سے محروم نہیں ہونے دیتا۔ متی 18:16 میں یسوع مسیح نے فرمایا ہے کہ جہنم کے دروازے اُس کی کلیسیا پر غالب نہیں آئیں گے۔ اس وعدے کا عملی اظہار ہمیں تاریخ میں اِنہی اصلاحی آوازوں کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اگر قرونِ وسطیٰ میں مکمل تاریکی ہوتی تو ایسے لوگ پیدا نہ ہوتے جو کلام کی سچائی کا دفاع کرتے۔اس بات کو بعض جدید چرچ مؤرخین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اصلاحِ کلیسیا ایک اچانک انقلاب نہیں تھا بلکہ ایک تاریخی تسلسل تھا۔ اُنہوں نے یہ لکھا کہ ویکلِیف، ہس اور والڈو جیسے لوگ اصلاح کے پیش رو تھے۔ اُن کی تحریریں اور قربانیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ خدا نے مختلف زمانوں میں اپنے وفادار گواہ کھڑے کیے۔

لہٰذا قرونِ وسطیٰ میں کلیسیا کے اندر بگاڑ ضرور موجود تھا، لیکن ساتھ ہی اصلاح کی آوازیں بھی موجود تھیں۔یہ لوگ مکمل طور پر بعد کی پروٹسٹنٹ تعلیم کے نمائندے نہیں تھے، مگر اُنہوں نے بائبل کی بالادستی، سادہ ایمان اور روحانی پاکیزگی پر زور دیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے اپنی کلیسیا کو مکمل طور پر نہیں چھوڑا بلکہ ہر دور میں ایسے گواہ پیدا کیے جو سچائی کو زندہ رکھتے رہے۔یہی بات رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ کلیسیا کے ایمان کے اس نظریے کو مضبوط کرتی ہے کہ خدا تاریخ میں ہمیشہ اپنے اصلاح کرنے والے لوگوں کو محفوظ رکھتے ہوئے اپنی حقیقی کیتھولک کلیسیا کو قائم رکھتا ہے۔

# باب 7

## اصلاحِ کلیسیا: نئی کلیسیا کی بنیاد نہیں بلکہ قدیم سچائی کی بحالی ہے:

جب ہم سولہویں صدی کی اصلاحِ کلیسیا کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ کوئی نئی مذہبی تحریک شروع کرنے کا نام نہیں تھا، بلکہ یہ اُس سچائی کی طرف واپسی تھی جو بائبل میں پہلے سے موجود تھی اور جس کی گواہی ابتدائی کلیسیا کے بزرگوں اور تاریخی عقائد میں ملتی ہے۔ اصلاحِ کلیسیا کا مقصد ایک نئی کلیسیا بنانا نہیں تھا بلکہ اُس بگاڑ کو دُور کرنا تھا جو وقت کے ساتھ ساتھ انسانی روایات اور بائبل مقدس کی غلط تشریحات کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔

اُس دور کی دو اہم شخصیات میں مارٹن لوتھر (Martin Luther ) اور جان کیلون (John Calvin) شامل ہیں۔ مارٹن لوتھر جرمنی میں ایک رومن کیتھولک راہب اور عالم تھا جس نے دیکھا کہ کلیسیا میں نجات کے بارے میں تعلیم بائبل کی واضح تعلیم کے خلاف ہے، خاص طور پر جب گناہوں کی معافی کے لیے مالی ادائیگیوں پر انحصار اور انسانی اعمال کو نجات کا ذریعہ سمجھا جانے لگا۔ لوتھر نے رومیوں 1:17 پر غور کیا جس میں لکھا ہے کہ " راستباز ایمان سے جیتا رہے گا"۔ اِسی آیت نے اُس کی زندگی بدل دی اور اُس نے 1517ء میں اپنے مشہور 95 نکات پیش کیے۔ لوتھر کا مقصد ابتدا میں کلیسیا کو اندرونی اصلاح کی طرف واپس لانا تھا، نہ کہ علیحدہ ایک نئی کلیسیا قائم کرنا تھا۔ مگر جب کلیسائی قیادت نے اُس کی بائبلی دلائل کو رد کر کے، اُسے کلیسیا سے برخاست کر دیا، تو اصلاح کی تحریک ایک منظم شکل اختیار کرنے لگی۔ لوتھر نے یہ زور دیا کہ نجات صرف ایمان کے وسیلہ سے اور خدا کے فضل سے ملتی ہے، نہ کہ انسانی اعمال یا مذہبی خرید و فروخت سے۔ اس کا یہ موقف بعد میں پروٹسٹنٹ ایمان کا بنیادی ستون بنا۔

جان کیلون اصلاحِ کلیسیا کی دوسری بڑی شخصیت تھا۔ وہ فرانس میں پیدا ہوا مگر بعد میں جنیوا میں اصلاحی کام کے لیے سرگرم رہا۔ اُس نے بائبل کی گہرائی سے تفسیر کی اور کلیسائی نظام، عبادت اور الٰہیات کو بائبلی اصولوں پر دوبارہ ترتیب دینے کی طرف زور دیا۔ کیلون نے اپنی کتاب "مسیحی مذہب کی بنیادی تعلیمات" (*Institutes of the Christian Religion*) میں یہ واضح کیا کہ کلیسیا کی اصل بنیاد خدا کا کلام ہے۔ اُس کی تعلیمات میں خدا کی حاکمیت، فضل کا اختیار، اور نجات کا مکمل انحصار خداوند پر نمایاں نظر آتا ہے، کیلون وہ پہلا شخص تھا جس نے پروٹسٹنٹ عقائد کی تعلیمات کو بڑی تفصیل و ترتیب کے ساتھ قلم بند کیا۔

اصلاحِ کلیسیا کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے چند بنیادی اصولوں کو جاننا بہت ضروری ہے، اُن میں سے ایک "سولہ سکِیپچوگا" (**Sola Scriptura**) ہے یعنی "صرف کلامِ مقدس کا حتمی اختیار" اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ بائبل خدا کا مکمل اور اعلیٰ اختیار رکھنے والا کلام ہے، اور ہر کلیسائی تعلیم یا روایت کو بائبل کے معیار پر پرکھا جانا چاہیے۔ اصلاح کرنے والوں نے یہ نہیں کہا کہ تمام روایات غلط ہیں، بلکہ اُنہوں نے کہا کہ روایت تب تک قابلِ قبول ہے جب تک وہ بائبل سے متصادم نہ ہو۔ یوحنا 17:17 میں یسوع مسیح فرماتا ہے کہ "تیرا کلام سچائی ہے"۔ اسی بنیاد پر اصلاح کی تحریک نے بائبل کو دوبارہ مرکزی مقام دیا۔

ایک اور اہم اصول "سولہ گراسِیا" (**Sola Gratia**) ہے یعنی "نجات صرف خدا کے فضل سے ہے"۔ یہ تعلیم نئی نہیں بلکہ چوتھی اور پانچویں صدی کے عالم بزرگ آگسٹین کی تحریروں میں واضح طور پر موجود تھی۔ آگسٹین نے سکھایا کہ انسان پیدائش ہی سے گناہ میں بندھا ہوا ہے اور اپنی طاقت سے خدا کی طرف نہیں آسکتا۔ نجات خدا کے پہلے سے کام کرنے والے فضل کا نتیجہ ہے۔ اصلاح کرنے والوں نے اِسی تاریخی اور بائبلی تعلیم کو دوبارہ واضح کیا اور اِسے مرکزی حیثیت دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا نے کوئی نیا نظریہ ایجاد نہیں کیا بلکہ ابتدائی کیتھولک کلیسائی تعلیم کو زندہ رکھا ہے۔

اصلاحِ کلیسیا اور قدیم مسیحی عقائد کے درمیان بھی گہری تاریخی تسلسل موجود ہے۔ رسولی عقیدہ (Apostles' Creed)، نیقیاہ کا عقیدہ (Nicene Creed) اور چالسیڈون کا عقیدہ (Chalcedonian Creed) سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ کلیسیا نے ابتدائی صدیوں میں بنیادی عقائد کو باضابطہ طور پر بیان کیا تھا۔ ان عقائد میں تثلیث، مسیح کی کامل الوہیت اور انسانیت کی تصدیق کی گئی۔ اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا نے اِن عقائد کو رد نہیں کیا بلکہ اِنہیں قبول کیا اور اِن کے ساتھ اپنے آپ کو منسلک کیا۔ خاص طور پر نیقیاہ کے عقیدہ میں یہ اقرار کیا گیا کہ مسیح باپ کے ساتھ ایک ہی جوہر رکھتا ہے۔ یہ تعلیم آریوسی بدعت کے خلاف تھی اور چوتھی صدی میں کلیسیا نے اِسے باضابطہ طور پر تسلیم کیا۔ اور اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا نے بھی اسی مسیحی عقیدے کو مانا اور اِسے اپنی الہیات کا حصہ بنایا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا کا ایمان قدیم عقائد سے جدا نہیں بلکہ اُن کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔

تاریخی طور پر بہت سے مؤرخین نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اصلاحِ کلیسیا ایک اچانک انقلاب نہیں تھا بلکہ ایک طویل تاریخی عمل کا نتیجہ تھا۔ اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا نے بائبل مقدس، ابتدائی کلیسائی بزرگوں اور قدیم عقائد کی طرف رجوع کیا تاکہ کلیسیا کو اُس کی اصل بنیاد پر واپس لایا جا سکے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اصلاحی تحریک نے کوئی نئی کلیسیا نہیں بنائی بلکہ سچی تعلیم کو دوبارہ بحال اور سادہ لوگوں کے سامنے واضح کیا، اور یہ اصلاحی (پروٹسٹنٹ) کلیسیا کی ہی خداوند کے فضل سے محنت ہے کہ آج سادہ لوگوں، حتیٰ کہ رومن کیتھولک کلیسیا کے عام لوگوں کو بھی بائبل مقدس اپنی زبان میں پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ اصلاحی کلیسیا کو "تخلیق" نہیں بلکہ "بحالی" کے طور پر سمجھنا چاہیے۔ مارٹن لوتھر اور جان کیلون نے بائبل کی سچائی کو دوبارہ مرکزی مقام دیا، فضل کی تعلیم کو واضح کیا، اور کلیسیا کو قدیم عقائد کے ساتھ جوڑا۔ "سولہ سکیپچوگا" (Sola Scriptura) نے کلام کو اعلیٰ اختیار دیا، "سولہ گراسِیا" ( Sola Gratia ) نے نجات کو خدا کے

فضل سے وابستہ کیا، اور تاریخی عقائد کے ساتھ تسلسل نے یہ ثابت کیا کہ اصلاحی کلیسیا ایک نئی مذہبی تحریک نہیں بلکہ رسولی ایمان کی بحالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رِیفارمڈ پروٹسٹنٹ ایمان اپنے آپ کو تاریخی مسیحیت کا تسلسل اور حقیقی کیتھولک کلیسیا کی اصلاح شدہ شکل سمجھتا ہے۔

## باب 8

# حقیقی کیتھولک کلیسیا کے طور پر اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا:

اس باب میں ہم اس اہم اور آخری سوال پر غور کرے گے کہ "**کیا مسیح کی کلیسیا بٹ گئی** ؟، کیا اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا ایک نئی اور الگ کلیسیا ہے، یا یہ اُس سچی کیتھولک (عالمگیر) کلیسیا کا تسلسل اور اصلاح شدہ شکل ہے جس کا ذکر رسولی ایمان میں کیا گیا ہے؟"

اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا کا ایمان یہ تعلیم دیتا ہے کہ حقیقی کلیسیا کسی خاص قوم، ادارے یا انسانی نظام سے وابستہ نہیں، بلکہ یہ وہاں موجود ہوتی ہے جہاں خدا کا کلام سچائی کے ساتھ سکھایا جاتا ہے، مقدس ساکرمنٹس صحیح بائبلی طریقے سے ادا کیے جاتے ہیں، اور کلیسائی نظم و ضبط بائبل کے مطابق قائم رکھا جاتا ہے۔ بائبل ہمیں سکھاتی ہے کہ کلیسیا مسیح کا جسم ہے۔ افسیوں 1:22–23 میں لکھا ہے کہ خدا نے مسیح کو کلیسیا کا سر بنایا جو اُس کا جسم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کلیسیا کی اصل بنیاد مسیح خود ہے، نہ کہ کوئی مخصوص تاریخی ادارہ یا جسمانی گناہگار انسان۔ یوحنا 17:17 میں یسوع مسیح دُعا کرتا ہے کہ " اے باپ، اپنی سچائی کے وسیلہ سے ان (کلیسیا) کو مقدس کر۔ تیرا کلام سچائی

ہے"۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ کلیسیا کی پاکیزگی اور شناخت خدا کے کلام سے جڑی ہوئی ہے۔ جہاں کلام کی سچائی موجود ہے، صرف وہی حقیقی کلیسیا موجود ہے۔

اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا کے ایمان کے اعترافات میں خاص طور پر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ سچی کلیسیا کو پہچاننے کے کچھ بنیادی نشانات ہیں:

**1۔** اِن میں پہلا نشان یہ ہے کہ " خدا کے کلام کی صحیح طریقے سے اور بغیر ملاوٹ کے منادی کی جائے"۔ رومیوں 17:10 کے مطابق " ایمان سننے سے پیدا ہوتا ہے اور سننا مسیح کے کلام سے "۔ اگر کلام کو بدل دیا جائے یا انسانی روایت کو کلام مقدس پر فوقیت دی جائے، تو کلیسیا اپنی بنیادی شناخت کھو دیتی ہے۔ اسی لیے اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا کلام کی بالادستی پر زور دیتی ہے۔

**2۔** دوسرا نشان " مقدس ساکرامینٹس کا صحیح بائبلی انتظام ہے"۔ بائبل میں صرف دو ہی بنیادی مقدس ساکرامینٹس کا ذکر ملتا ہے: بپتسمہ اور عشائے ربانی ۔ متی 19:28 میں یسوع مسیح نے حکم دیا کہ سب قوموں کو باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اسی طرح 1 کرنتھیوں 11:23–26 میں پولُس رسول عشائے ربانی کی تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ مسیح کی یادگار اور اُس کی قربانی کا اعلان ہے۔ اگر مقدس ساکرامینٹس کو بائبلی تعلیم کے مطابق نہ سمجھا جائے یا اُن کا مقصد بدل دیا جائے، تو کلیسیا کی گواہی کمزور ہو جاتی ہے۔ اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا اس بات پر زور دیتی ہے کہ مقدس ساکرامینٹس خدا کے وعدوں کی ظاہری نشانی ہیں اور اُنہیں صرف کلام کے مطابق ہی ادا کیا جانا چاہیے۔

**3۔** تیسرا نشان " کلیسائی نظم و ضبط ہے"۔ متی 15:18–17 میں یسوع مسیح فرماتا ہے کہ اگر کوئی ایماندار گناہ میں گرتا ہے تو پہلے اُسے ذاتی طور پر نصیحت کی جائے، پھر دو یا تین گواہوں کے ساتھ بات کی جائے، اور اگر پھر بھی توبہ نہ کرے تو کلیسیا کے سامنے معاملہ پیش کیا جائے۔ اس تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلیسیا کو گناہ کے خلاف سنجیدہ ہونا

چاہیے اور روحانی پاکیزگی کو برقرار رکھنا چاہیے۔ نظم و ضبط کا مقصد سزا دینا نہیں بلکہ توبہ اور بحالی ہے۔ جہاں یہ بائبلی اصول نافذ ہوتے ہیں، وہاں کلیسیا اپنی حقیقی شناخت کو برقرار رکھتی ہے۔

تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف زمانوں میں کلیسیا کے اندر بگاڑ پیدا ہوا، خاص طور پر جب انسانی روایت اور ادارے نے اپنی طاقت سے کلام مقدس پر غالب آنے کی کوشش کی۔ لیکن اصلاحِ کلیسیا کے دور میں خدا نے اپنے خادموں کو اس بگاڑ کے خلاف اُٹھایا تاکہ وہ کلیسیا کو واپس کلام کی بنیاد پر لے آئیں۔ مارٹن لوتھر (Martin Luther) نے نجات کے معاملے میں ایمان کے وسیلہ سے فضل کی تعلیم پر زور دیا اور بائبل کو عام عوام کی زبان میں پیش کیا۔ اسی طرح جان کیلون (John Calvin ) نے کلیسائی نظام اور الہیاتی تعلیمات کو بائبل کی روشنی میں واضح کیا اور سچی کلیسیا کے نشانوں کو دوبارہ نمایاں کیا۔

اہم بات یہ ہے کہ صلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا نے خود کو کبھی ایک نئی مذہبی تحریک کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ یہ دعویٰ کیا کہ وہ ابتدائی کلیسیا کی تعلیم اور رسولی ایمان کی طرف واپسی ہے۔ رسولی عقیدہ میں ہم پڑھتے ہیں کہ " میں ایمان رکھتا ہوں ایک مقدس کیتھولک کلیسیا پر "۔ یہاں لفظ کیتھولک کا مطلب عالمگیر ہے، نہ کہ کسی مخصوص تاریخی ادارے سے وابستگی۔ دوسری صدی میں یہ اصطلاح استعمال ہوتی تھی تاکہ یہ ظاہر کیا جائے کہ کلیسیا مختلف علاقوں میں موجود ہونے کے باوجود ایک ہی ایمان میں قائم ہے۔ اس وقت موجودہ شکل کی "رومن کیتھولک چرچ" جیسا منظم ادارہ تاریخی طور پر بہت بعد میں وقوع پذیر ہوا۔

اصلاحی کلیسیا کے نقطۂ نظر کے مطابق حقیقی کیتھولک کلیسیا وہ ہے جہاں مسیح کو مرکز مانا جائے، کلام کو اعلیٰ اختیار دیا جائے، اور ایمان کو رسولی تعلیم کے مطابق زندہ رکھا جائے۔ یہ کلیسیا کسی خاص شہر یا سیاسی طاقت سے نہیں پہچانی جاتی بلکہ اس کی پہچان روحانی معیار سے ہوتی ہے۔ اگر کسی جماعت میں کلام کی سچی منادی، مقدس ساکرامینٹس کی

بائبلی ادائیگی، اور نظم و ضبط موجود ہو تو وہ حقیقی کلیسیا کی علامت ظاہر کرتی ہے، چاہے وہ دنیا میں کمزور یا چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔

لہٰذا، اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا مسیحی کلیسائی تاریخ سے الگ نہیں بلکہ اِسی تاریخی تسلسل کا حصہ ہے جو مسیح کی تعلیمات پر رسولوں سے شروع ہوا۔ یہ کلیسیا قدیم کیتھولک ایمان کی مخالفت نہیں بلکہ اُس کی اصلاح شدہ اور بائبل کے مطابق وضاحت ہے۔ اصلاح کا مطلب توڑنا نہیں بلکہ واپس لوٹنا اور صاف کرنا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اصلاحی پروٹسٹنٹ کلیسیا حقیقی کیتھولک کلیسیا سے علیحدہ نہیں بلکہ اُس کی پاک اور کلام پر مبنی اظہار ہے۔ یہی اس کتاب کا مرکزی پیغام ہے کہ مسیح نے اپنی کلیسیا کو ہر زمانہ میں محفوظ رکھا اور اُسے اپنے کلام کے ذریعے مسلسل اصلاح اور تجدید بخشی ہے۔

**اختتامیہ:**

اس پوری کتاب کا اصل مقصد یہی ہے کہ سادہ اور عام ایمانداروں کو یہ تسلی دی جائے کہ خدا اپنے لوگوں کے ساتھ ہر دور میں وفادار رہا ہے اور وہ اپنی کلیسیا کو محفوظ رکھتا آیا ہے اور آگے بھی رکھے گا۔ یہ حفاظت نہ تو انسان کے کسی کام اور نہ ہی اُس کی وفاداری کی وجہ سے ہے، کیونکہ انسان خود اپنے خالق کے سامنے کمزور اور گناہگار ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ خدا کے فضل ، اُس کے جلال اور اُس کے سچے کلام کے وعدوں سبب سے ہے۔ خدا اپنے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور اپنے نام کی عزت کے لیے اپنی کلیسیا کو قائم رکھتا ہے۔

خدا اپنی کلیسیا کو دنیا کے اثرات سے، شیطان کے حملوں سے اور یہاں تک کہ انسان کی اپنی گناہ آلود فطرت سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ اگرچہ ایماندار آزمائشوں سے گزرتے ہیں، گناہوں میں گِر سکتے ہیں اور کمزور ہو سکتے ہیں، لیکن خدا کا فضل اُنہیں مکمل طور پر چھوڑ نہیں دیتا۔ اُس کا مقصد اپنے لوگوں کو پاک کرنا اور اُنہیں اپنے سامنے پاک حالت میں

پیش کرنا ہے۔ بائبل ہمیں سکھاتی ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ اُس کے لوگ پاک بنے، کیونکہ وہ خود پاک ہے (1 پطرس 16:1)۔ یہ پاکیزگی انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ مسیح کی قربانی، خدا کے مسلسل کام اور اُس کے فضل کا پھل ہے۔ اگر آپ خدا سے محبت کرتے ہیں اور یسوع مسیح کو اپنا خداوند اور نجات دہندہ مانتے ہیں، تو یہ یقین آپ کے لیے ایک مضبوط اور حقیقی اطمینان ہونا چاہیے کہ یہ ایمان آپ کی اپنی طاقت کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا کا دیا ہوا فضل ہے جس کے ذریعے نہ صرف آپ ایمان لاتے ہیں بلکہ آپ اُس کے لیے جیتے بھی ہیں۔ ایمان لانا اور مسیح کے لیے زندگی گزارنا دونوں خدا کی نعمتیں ہیں۔ جب آپ اپنی زندگی میں روحانی ترقی دیکھتے ہیں، تو یاد رکھیں کہ یہ سب خدا کا کام ہے جو وہ آپ میں کر رہا ہے۔

کیونکہ اُس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے لوگوں کے ساتھ رہے گا۔ (متی 20:28)۔ یہ وعدہ پرانے عہد نامہ سے لے کر نئے عہد نامہ تک پورا ہوتا آیا ہے۔ جہاں خدا نے اپنے لوگوں کو مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے پکارا، کبھی خداوند کی جماعت کے طور پر، تو کبھی اسرائیل کے طور پر اور کبھی کلیسیا کے طور پر، لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ سب ایک ہی خدا کے ایک لوگ تھے اور ہیں، اور ہمیشہ رہے گے۔ وقت اور حالات بدلتے رہے، مگر خدا کا عہد اور اُس کی وفاداری کبھی نہیں بدلی۔

پرانے عہد نامہ کے ایماندار اور نئے عہد نامہ کے ایماندار سب مل کر مسیح کی ایک ہی روحانی دلہن بنتے ہیں۔ بائبل ہمیں سکھاتی ہے کہ کلیسیا مسیح کی دلہن ہے، جس سے وہ محبت کرتا ہے اور جس کے لیے وہ اپنی جان دے چکا ہے (افسیوں 5:25–27)۔ مسیح ایک دن دوبارہ آئے گا تاکہ اپنی دلہن کو اپنے ساتھ لے جائے۔ یہ اُمید ہر ایماندار کے لیے خوشی اور انتظار کا سبب ہے۔

لہٰذا اس مختصر کتاب کا پیغام بہت واضح ہے: خدا نے اپنی کلیسیا کو ہر دور میں محفوظ رکھا ہے اور وہ اِسے آخر تک محفوظ رکھے گا۔ یہ حفاظت انسان کی طاقت پر نہیں بلکہ خدا کے وعدوں پر قائم ہے۔ خدا اپنے کلام کو عزت دیتا ہے، اپنے نام کو جلال دیتا ہے، اور اپنی کلیسیا کو مکمل طور پر محفوظ رکھتا ہے۔ ہماری اُمید اِسی میں ہے کہ ہم اُس کے ہیں، اُس کے فضل سے جیتے ہیں، اور اُس کے وعدے کے مطابق ایک دن اُس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

---

The End

مزید معلومات، مسیحی کتب، پوڈکاسٹ اور آرٹیکل حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں

www.reformedbytruth.com

صرف ذاتی اور نجی استعمال کے لیے نقل کی اجازت ہے، فروخت کے لیے نہیں۔
Duplication of this document is permitted for personal, private use only